OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

اسلام پر مستشرقین کے حملوں کی جہتیں
Dimensions of Orientalist's Attacks on Islam

Fahd Rauf Bhatti
Doctoral Candidate, Islamic Studies, Qurtuba University of Science & Information Technology D.I. Khan
Prof. Dr. Abdul Wahab Khan
Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science & Information Technology D.I. Khan
Prof. Dr. Muhammad Aslam Khan
Department of Islamic Studies, Qurtuba Universiry of Science & Information Technology D.I. Khan

Abstract

Orientalists refer to those non-Muslim intellectuals, whether they belong to East or West, whose aim is to gain possession of the sciences and arts of Muslims and raise objections to Islam. And to avenge the humiliating defeat at the hands of the Muslims in the crusades. And for this purpose, they have made the Quran, Sunnah, Hadith, Seerat and Islamic history as their special target and use different tactics to make them suspicious. The Isthiraq movement started in the 8th century AD. The majority of those who started this movement consisted of Monks and Priests in which there were those from the East and also from the West, this movement has been busy with its work for twelve hundred years. The main objective of this movement is to counter the threat of Islam.

Keywords: Orientalist' Attacks, Islam, Dimensions

تمہید

شمع اسلام کو روزِ اول ہی سے تند و تیز طوفانوں سے واسطہ پڑا ہے۔ اس شمع کو گُل کرنے کے لئے ہزاروں آندھیاں اُٹھی ہیں اور کاروانِ حق کی اس ناؤ کو ڈبونے کی ہزاروں کوششیں ہوئی ہیں لیکن ہر طوفان اس چٹان سے ٹکرا کر اپنا رُخ موڑنے پر مجبور ہوا

CC BY

ہے۔ جور و ستم کی وہ کون سی ادا تھی جو کفارِ مکہ نے مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ کی ہو؟ مکر و فریب کا وہ کونسا انداز تھا جس کے ذریعے مدینہ کے یہود و منافقین نے اشاعت اسلام کے راستے میں بند باندھنے کی کوشش نہ کی ہو؟ متعصب مستشرقین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور قرآن پر دل کھول کر اعتراضات کئے اور ان کے پس پردہ سامراجی مقاصد اور صلیبی جنگوں کے وہ رجحانات کار فرما تھے جن پر انہوں نے علمی تحقیق اور دین و دیانت کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ جبکہ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ کو زندگی اور علم کے مختلف میدانوں میں مغرب سے زیادہ پیچھے رہ جانے کا افسوس تھا۔ اس لئے مستشرقین کی یہ کوشش ہوئی کہ اسلامی تعلیمات کے وقار کو مجروح کر دیں اور اسلام کے بارے میں شک و شبہ کی ایسی فضا پیدا کر دیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جائے۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر مستشرقین کی طرف سے یہ بامقصد حملے مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے علاوہ بہت سے اہل مغرب کے ذہنوں پر بھی اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ ان طاقتوں نے اسلام کے خلاف جو حربے استعمال کئے ان میں اسلام کی شکل مسخ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دین کی وقعت کو کم کرنے کی کوشش سب سے زیادہ خطرناک حربہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کی اسلام کے خلاف سازشیں روزِ اول سے ہی جاری ہیں اور شاید وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ حق تو پھیلنے کے لئے ہی کرۂ ارض پر جلوہ گر ہوا تھا اور یہ تا قیامت کرۂ ارض پر پھیلتا ہی رہے گا۔

مستشرق کی تعریف

آکسفورڈ کی جدید ڈکشنری میں مستشرق کی جو تعریف کی گئی ہے وہ یہ ہے: "مستشرق وہ ہے جو مشرقی علوم و آداب میں مہارت حاصل کرے یا مستشرقین سے مراد وہ غیر مسلم دانشور حضرات ہیں جو چاہے مشرق سے تعلق رکھتے ہوں یا مغرب سے کہ جن کا مقصد مسلمانوں کے علوم و فنون حاصل کر کے ان پر قبضہ کرنا اور اسلام پر اعتراضات کرنا ہے اور مسلمانوں کے ہاتھوں صلیبی جنگوں میں ذلت آمیز شکست کا بدلہ لینا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے انہوں نے قرآن و سنت، حدیث، سیرت اور اسلامی تاریخ کو بطورِ خاص اپنا ہدف بنایا ہے اور نہیں مشکوک بنانے کے لئے مختلف ہتھکنڈوں کو استعمال کرتے ہیں۔[1] تحریکِ استشراق آٹھویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی۔ اس تحریک کو شروع کرنے والوں کی اکثریت راہبوں اور پادریوں پر مشتمل تھی جن میں مشرق سے تعلق رکھنے والے بھی تھے اور مغرب سے تعلق رکھنے والے بھی۔ بارہ سو سال سے یہ تحریک پورے زور و شور سے اپنے کام میں مصروف ہے۔ اس تحریک کا سب سے بڑا مقصد اسلام کے خطرے کا مقابلہ کرنا ہے۔ ابلیس کا کام کتنا کٹھن ہے کہ وہ اپنی موجودہ زندگی میں تو آدمؑ اور نسل آدمؑ سے حسد کی آگ میں جل رہا ہے اور یومِ حساب کے بعد ہمیشہ کے لئے نار جہنم کا ایندھن بنے گا۔ نمرود، فرعون، ابوجہل، ابلیس کے دوسرے چیلے اسی کٹھن راستے کے مسافر ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے لئے جو راستہ منتخب کیا ہے وہ اس دنیا میں بھی بڑا صبر آزما ہے اور آخرت کا مرحلہ اور بھی زیادہ صبر آزما ہو گا۔ مستشرقین نے بھی اپنے لئے اسی کٹھن راستے کا انتخاب کیا ہے بلکہ ان کا کام اپنے پیشروؤں کی نسبت کہیں مشکل ہے۔ ان لوگوں نے آفتابِ حق کو اپنی پھونکوں سے بے نور کرنے کا بیڑہ اس وقت اُٹھایا جب وہ نصف النھار پر پوری طرح آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر تھا۔[2] مستشرقین نے دینِ اسلام کی مخالفت کو اس وقت اپنا وظیفہ حیات بنایا جب یہ تمام تکمیلی مراحل سے گزر کا اپنے کمال تک پہنچ چکا تھا اور بارگاہ خداوندی سے یہ اعلان صادر ہو چکا تھا: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِينًا[3] "آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت، اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین"۔ ان بدنصیبوں کا کام اس لئے کٹھن ترین تھا کہ ان کے حصے میں خدا کے اس برگزیدہ بندے کی مخالفت آئی جو خدا کا محبوب تھا جس کے بارے میں اس نے خود اعلان فرما دیا تھا: "اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے"۔[4] مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ مستشرقین نے اسلام کے پاکیزہ دامن پر جو خیالی دھبے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے ہم ان دھبوں کی قلعی کھول کر اسلام کو اس کی اصل اور پاکیزہ شکل میں لوگوں کے

سامنے پیش کریں تاکہ حق کی جستجو کرنے والے جادۂ حق پر گامزن ہو کر اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکیں۔ مستشرقین کے کام کے متعلق اس بنیادی نکتے کو سمجھ لینے کے بعد ہم ان کی اسلام دشمن کاروائیوں کو پانچ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1۔ قرآن حکیم کی مخالفت

مستشرقین نے سب سے پہلے قرآن پاک پر اعتراضات کئے۔ کیونکہ جب بنیادی مآخذ مشتبہ ہو جائے تو پھر بعد میں کچھ بھی نہیں رہے گا اور باقی چیزوں میں تشکیل پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔ قرآن کے بارے میں ان مستشرقین نے مختلف جہتوں سے حملے کئے لیکن مسلم علماء نے ان کے ہر اعتراض اور حملے کا بھرپور دفاع کیا۔ قرآن مجید کے متعلق مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ: 1۔ قرآن کی تدوین جزوی تھی اور اس کا انحصار انفرادی کوششوں پر تھا جس کی وجہ سے اختلافات کا رونما ہونا قدرتی بات تھی۔ 2۔ یہودیوں کے عہد نامہ قدیم اور عیسائیوں کے عہد نامہ جدید کی طرز پر آپ ﷺ اپنی امت کے لئے ایک کتاب تحریر کر رہے تھے لیکن کتاب کی تکمیل سے پہلے آپؐ کا انتقال ہو گیا اور آج قرآن میں جو کچھ ہے یہ وہ ہے جس کو آپؐ کے پیروکار آپؐ کے انتقال کے بعد جمع کرنے میں کامیاب ہوئے اور انہیں آپؐ کے الہامات کے مجموعے کے طور پر شائع کر دیا۔ 3۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں قرآن حکیم کو ایک مصحف میں جمع کرنے اور حضرت عثمانؓ کے دور میں لغت قریش کے مطابق قرآن حکیم کے نسخے تیار کرنے کو دلیل بنا کر مستشرقین اعتراضات کرتے ہیں کہ قرآن حضور ﷺ کے زمانہ میں تحریر نہیں ہوا بلکہ آپؐ کے جانشینوں نے تحریر کیا۔ 4۔ قرآن کا نزول سات حروف پر ہوا۔ اس حدیث کو بنیاد بنا کر مستشرقین اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں روایت بالمعنی جائز تھی اور ہر شخص کو آزادی تھی کہ وہ قرآنی مفاہیم کو اپنے الفاظ میں بیان کر دے اور اسی ماحول میں تالیفِ قران کا عمل انجام کو پہنچا۔[5] کئی مستشرقین نے قرآن حکیم کی نزولی ترتیب خود متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ولیم میور، ہبرٹ گرمے، تھیوڈور نولڈک اور رچرڈ بیل نے اپنے اپنے نکتۂ نگاہ سے قرآن کی نزولی ترتیب پر کتابیں لکھی ہیں۔ اس موضوع پر نولڈک اور رچرڈ بیل کا کام مستشرقین کے ہاں بڑا مستند شمار کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی اس خود ساختہ ترتیبِ نزولی کے بل بوتے پر وہ قران حکیم پر بڑے عجیب و غریب اعتراضات کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ: قرآن حکیم کی ابتدائی صورتوں میں بتوں کی مخالفت کا کوئی ذکر نہیں۔ قران حکیم نے بت پرستی کی مخالفت بہت بعد میں شروع کی۔ اسی ترتیبِ نزولی کے بھروسے پر وہ یہ تحقیق فرماتے ہیں کہ قرآن کی ابتدائی آیات میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ ان کا ذکر صرف مدنی سورتوں میں ملتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مکی قرآن کو لے کر حضرت جبرائیلؑ نہیں اُترے بلکہ مکی قرآن کسی دوسرے فرشتے کے ذریعے نازل ہوا۔ کبھی وہ حضور ﷺ کو بت پرستوں کے ساتھ عقائد کے معاملے میں "کچھ دو اور کچھ لو" کے اصول پر عمل پیرا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی خود ساختہ ترتیب نزولی کے زور پر وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سود کی حرمت کا اعلان صرف یہودیوں کی مخالفت کی وجہ سے کیا۔ جب تک آپؐ کو امید تھی کہ یہودی حلقۂ بگوشِ اسلام ہو جائیں گے اس وقت تک آپؐ نے ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کئے رکھا اور جب آپؐ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اسلام قبول نہیں کریں گے تو آپؐ نے ان کی مخالفت شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے آپؐ نے بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کا اعلان کیا کیونکہ بیت المقدس یہودیوں کا قبلہ تھا اور حضور ﷺ نے یہودیوں پر دوسرا وار یہ کیا کہ آپؐ نے سود کو حرام قرار دے گیا تاکہ یہودیوں کے کاروبار کو نقصان پہنچے۔ مستشرقین نے قرآن حکیم کی جمع تدوین پر بھی دل کھول کر اعتراضات کئے تاکہ اس بات پر سے مسلمانوں کا ایمان متزلزل ہو کہ آج ہمارے ہاتھوں میں جو قرآن حکیم ہے یہ بعینہٖ وہی ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ وہ قرآن کی مختلف قرأتوں کو قرآن حکیم کے مختلفVersion قرار دیتے ہیں۔Version کا لفظ عیسائی ادب میں ہے جس معنی میں استعمال ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ہاں انجیل چار مختلف روایتوں سے موجود ہے۔ متی کی انجیل، لوقا کی انجیل، مرقس کی انجیل اور یوحنا کی انجیل۔ متی، لوقا، مرقس اور یوحنا نے چار مختلف انجیلیں لکھی ہیں۔ یہ چاروں

انجیلیں مستقل کتابیں ہیں۔ ان میں باہم کئی اختلافات ہیں۔ یہ نہ تو ایک دوسرے کا ترجمہ ہیں اور نہ ہی ان کے مندرجات میں مکمل یگانگت پائی جاتی ہے۔ ہر ایک مصنف نے اپنے نکتۂ نظر سے حضرت علیہ السلام کی تاریخ لکھی ہے۔ ایسی سینکڑوں انجیلیں لکھی گئیں لیکن کلیساء نے اپنے عقائد کو سارے عالمِ عیسائیت پر پہنچنے کے لئے اناجیل تلف کر دیں اور مذکورہ بالا چار انجیلوں کو مستند قرار دیا۔ ان انجیلوں پر بھی عیسائی علماء مختلف اوقات میں نظر ثانی کرتے رہے۔ اس طرح جب بھی کوئی انجیل نظر ثانی کے بعد شائع ہوئی اسے ایک نیاVersion قرار دیا گیا۔ اس لحاظ سے اناجیل اربع میں ہر انجیل کے کئی کئی ورژن ان کے پاس موجود ہیں۔ مستشرقین کے آباؤ اجداد نے انجیل میں تحریفات کر کے اسے جس مقام پر پہنچا دیا ہے وہ قرآن حکیم کو بھی اسی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اپنی پوری کوششوں کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس کتاب مبین کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ دنیا کے کسی حصے میں چلے جائیں وہاں جو قرآن حکیم پڑھا جا رہا ہو گا وہ بعینہٖ وہی ہو گا جو باقی ساری دنیا میں پڑھا جا رہا ہو گا۔ اس میں نہ ملک کی تمیز ہے، نہ علاقے کی اور نہ زمانے کی۔ مستشرقین اس حقیت کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔[6]

2۔ احادیث نبویہ ﷺ کی مخالفت

قرآن حکیم کے علاوہ قصرِ اسلام کا دوسرا ستون احادیثِ طیبہ ہیں۔ مستشرقین نے قصرِ اسلام کے اس ستون پر بھی دل کھول کر تیشہ زنی کی ہے۔ انہوں نے بڑی کوششوں سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ احادیث گھڑنا مسلمانوں کا محبوب مشغلہ رہا ہے اور وہ مسلمانوں پر یہ بے بنیاد الزام لگاتے ہیں کہ مسلمان اپنے جس عقیدے یا خیال کو ثابت کرنا چاہتے تھے اس کے لئے خود احادیث گھڑ لیتے تھے۔[7] تدوین قران اور حفاظت قرآن کا خیال پیغمبر خدا ﷺ کو ہجرت کے بعد آیا تھا۔ مستشرقین نے احادیثِ طیبہ کے خلاف جو زہر اگلا ہے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ موضوع روایات کی بنیادوں پر اپنی تحقیق کا محل تعمیر کرتے ہیں اور احادیث کی کتابوں میں موضوع کے روایات کی موجودگی کو اس بات کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ احادیث کا سارا سرمایہ مشکوک ہے۔ کیونکہ اس سرمائے میں جب کچھ احادیث کا موضوع ہونا ثابت ہے تو ان کے خیال میں اس بات کی کوئی دلیل باقی نہیں رہتی کہ دیگر احادیث بھی اسی طرح مشکوک نہیں ہیں۔ یہ مستشرقین کا سب سے بڑا اعتراض حدیث رسولؐ پر ہے اور اس نظریہ کے بانی گولڈ زہیر اور جوزف شافت ہیں۔ گولڈ زہیر کا خیال ہے کہ اکثر احادیث دو صدیوں میں جب اسلام کی مذہبی و تاریخی اور سماجی ترقی کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ کی ایک روایت ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے شکار اور جانوروں کی رکھوالی کے علاوہ کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب عبد اللہ بن عمرؓ کو یہ بتلایا گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ بھی یہی روایت پیغمبر اسلامؐ سے نقل کرتے ہیں لیکن وہ شکار اور رکھوالی کے علاوہ کھیتی کے کتے کو بھی استثناء میں شامل کرتے ہیں تو اس پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ابو ہریرہؓ ایک کھیتی کے مالک ہیں لہٰذا انہوں نے اپنی روایت میں اپنے ذاتی فائدے کی خاطر کھیتی کے استثناء کو بھی شامل کر لیا۔ شافت کے نزدیک ایک فقہ اسلامی کی تدوین کے زمانے میں مختلف مکاتبِ فکر کی نمائندہ شخصیت کو بے ترتیبی سے جمع کر کے احادیث اسناد گھڑی گئیں۔ گولڈ زہیر اور اس کے مصنفین احادیث کے متعلق یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا دور اسلام کا دورِ طفولیت تھا اور بعد میں اُمت مسلمہ نے زندگی کے مختلف میدانوں میں حیرت انگیز ترقیاں کیں۔ قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کی اینٹ سے اینٹ بجائی اور افلاطون و ارسطو کی علمی خامیوں کی اصلاح کی تو وہ دور اسلام کا دورِ عروج تھا۔ عام طور پر مستشرقین حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین ڈھائی سو سال بعد کی گئی اور تدوین کا کام کرنے والوں کا بھروسہ صرف اور صرف زبانی مصادر پر تھا اس لئے ان کے خیال میں جو چیز صدیوں غیر مدون شکل میں رہی اس کے متعلق یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنی اصل حالت میں ہے۔

3۔ سیرت سرورِ عالم ﷺ کی مخالفت

حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ تو خصوصی طور پر مستشرقین کی مشقِ ستم کا نشانہ بنی ہے۔ بعثتِ نبوی ﷺ خصوصاً ہجرت نبویؐ کے بعد دنیا کے حالات یں جس تیزی کے ساتھ تبدیلیاں رونما ہوئیں، مستشرقین نے ان کا بڑی وقعتِ نظر سے مطالعہ کیا۔ انہوں نے عمر بن خطابؓ جیسے مضبوط اعصاب کے مالک شخص کو اپنا آبائی دین چھوڑ کر حضور ﷺ کی غلامی پر فخر کرتے دیکھا۔ انہوں نے بدر و حنین کے معرکوں میں بڑے بڑے لشکروں کے مقابلے میں مٹھی بھر غلامانِ مصطفیٰؐ کو کامیابی کے پرچم لہراتے دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ شراب جن لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، وہ محمد عربی ﷺ کے اشارۂ ابرو پر شراب کے مٹکوں کو مدینے کی گلیوں میں توڑ رہے تھے۔ انہوں نے عشق کے اس شعلے کو سرد کرنے کی کوشش کی جو مسلمانوں کے سینوں میں روشن تھا لیکن جب شمع پوری آب و تاب سے جل رہی ہو تو کسی پروانے کے دل سے جل جانے کے جذبے کو نکال دینا ممکن نہیں ہوتا ہے۔ مستشرقین نے اس شمع کی روشنی کو دھندلا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ خدا نے جس ہستی کو عالمین کے لئے رہنما بنا کر بھیجا تھا انہوں نے اسے اپنے ڈراموں، تصویری کہانیوں اور ناولوں کا ایک ناپسندیدہ کردار بنا کر پیش کیا۔ جس ہستی کے بت شکن ہونے کی گواہی فرشتے دیتے ہیں اسے انہوں نے بت پرست اور جھوٹا بنا کر پیش کیا۔ جس رسول معظم ﷺ نے کلامِ خداوندی میں تحریک کو گناہِ عظیم اور کفر قرار دیا ہے، وہ اس پر قرآن خود گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔[8] مستشرقین آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے متعلق درج ذیل نکتہ چینیاں کرتے ہیں: آنحضرت ﷺ کی زندگی مکہ معظمہ تک پیغمبرانہ زندگی ہے لیکن مدینہ جا کر جب زور قوت حاصل ہوتی ہے تو دفعتاً پیغمبری بادشاہی میں بدل جاتی ہے اور اس کے جو لوازم ہیں یعنی لشکر کشی، قتل و انتقام، خونریزی خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کثرتِ ازدواج، مذہب کی اشاعت، جبر اور زور سے لونڈی اور غلام بنانے کی اجازت اور نس پر عمل دنیاداروں کی سی حکمت عملی اور بہانہ جوئی۔

کیا آنحضرت ﷺ خاندانِ اسماعیل سے نہ تھے

سر ولیم میور نے صریحاً یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے نہ تھے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "یہ خواہش کہ مذہبِ اسلام کے پیغمبرؐ کو اسماعیلؑ کی اولاد سے خیال کیا جائے اور غالباً یہ کوشش کہ وہ اسماعیلؑ کی نسل سے ثابت کئے جائیں، ان کی عین حیات میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اسی طرح پر محمد ﷺ کے ابراہیمی نسب نامہ کے ابتدائی سلسلہ گھڑے گئے تھے اور اسماعیل اور بنی اسرائیل کے بے شمار قبیلے نصف یہودی اور نصف عربی سانچے میں ڈھالے گئے۔[9]

بت پرستی کا الزام

یہ امر واقعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی کر دی تھی اور جن لوگوں پر آپؐ کو اعتماد تھا، ان کو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ مسٹر مارگیولوگس نے اس کے خلاف ایک حیرت انگیز دعویٰ کیا ہے اور اس کے ثبوت میں دعویٰ سے زیادہ تر حیرت انگیز فریب کاری کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہؓ دونوں سونے سے پہلے ایک بت کی پرستش کر لیا کرتے تھے جس کا نام عزیٰ تھا۔[10] مصنف موصوف نے اس کی سند میں امام احمد بن حنبلؒ کی روایت پیش کی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: "مجھ سے خدیجہؓ بنت خویلد کے ہمسائے نے بیان کیا کہ میں نے پیغمبرؐ کو حضرت خدیجہؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے خدیجہ! بخدا میں کبھی لات اور عزیٰ کی پرستش نہ کروں گا۔ خدیجہ کہتی تھی کہ لات کو جانے دیجئے عزیٰ کو جانے دیجئے اس نے کہا کہ لات و عزیٰ وہ بت تھے جس کی پرستش اہلِ عرب سونے سے پیشتر کر لیا کرتے تھے"۔[11]

موقع پرستی

انیسویں صدی کے مستشرقین نے حضور ﷺ پر موقع پرستی کا الزام بھی لگایا ہے۔ ویبر لکھتا ہے:

Muhammad Was an opportunist and that the original

adherents to Islam were motivated solely in terms of prospects of booly & conquest[12]

"محمد ﷺ (نعوذ باللہ) ایک موقع پرست شخص تھے اور اسلام کے ابتدائی ماننے والے صرف اور صرف مال غنیمت اور فتوحات کی لالچ میں ان کے ساتھ شامل ہوئے تھے"۔ ذرا سوچئیے! کیا تاریخِ انسانی میں ایسی کسی دوسری ہستی کی مثال موجود ہے جس کے کردار کو مسخ کرنے کی اتنی کوششیں کی گئی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ کروڑوں بلکہ اربوں انسانوں کی محبت وعقیدت کا مرکز رہی ہو۔

4۔ شریعتِ اسلامیہ کی مخالفت

مستشرقین نے جب دیکھا کہ شریعتِ اسلامیہ زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتی ہے تو انہوں نے شریعتِ اسلامیہ کے چشمہ صافی کو بھی گدلا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا۔ انہوں نے شریعتِ اسلامیہ کا منبع قرآن و حدیث کو نہیں بلکہ رومی قانون کو قرار دیا۔ امتِ مسلمہ کی جو مقدس ہستیاں زندگی بھر شریعتِ اسلامیہ کی خدمت میں مصروف رہیں، مستشرقین نے ان کے پاکیزہ دامن کو فرضی عیوب سے داغدار کرنے کی کوششیں کیں۔ انہوں نے جہاد کے اسلامی فریضے کو دہشت گردی قرار دیا۔ انہوں نے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کو ان کا دین قتل و غارت اور خونریزی کا درس دیتا ہے۔ مستشرقین نے جب دیکھا کہ ان کے اتنے واویلے کے باوجود مسلمان اپنے دین سے بے نیاز نہیں ہو رہے تو انہوں نے مسلمانوں کا خیر خواہ بن کر انہیں یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی کہ عربوں کا اپنا ایک مخصوص مزاج تھا۔ اس عربی مزاج کے مطابق اسلامی شریعت واقعی قابلِ عمل اور مفید تھی۔ عرب کو جن سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل کا سامنا تھا شریعتِ اسلامیہ نے واقعی ان کا حل پیش کیا۔ اور اسی شریعت پر عمل کر کے عربوں نے اتنی ترقی کی کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ان کے لئے ایک ریت کی دیوار ثابت ہوئیں۔ لیکن اب زمانہ بہت آگے نکل چکا ہے۔ اب انسان کی ذہنی سطح بہت بلند ہو چکی ہے۔ آج کے انسانی مسائل ساتویں صدی عیسوی کے جزیرۂ عرب کے مسائل سے قطعاً مختلف ہیں۔ آج شریعتِ اسلامیہ سے چمٹے رہنے پر اصرار کرنا اپنی قوم کو پسماندگی کے گڑھے میں دھکا دینے کے مترادف ہے۔ مستشرقین مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوششیں کرتے ہیں کہ آج دنیا میں مسلمان سب سے پسماندہ قوم ہے۔ وہ مسلمانوں کو یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان کی پسماندگی کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کے ساتھ چمٹے رہنے پر بضد ہیں اور یہ شریعت زندگی کے تیزی سے بدلتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ بدقسمتی سے اکثر مسلمانوں نے مستشرقین کے ان مشوروں کو بڑی توجہ سے سنا اور ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ترکی میں شریعت سے دامن چھڑا کر ملک کو ترقی یافتہ بنانے کی ایک کوشش ہو چکی ہے اور دیگر اسلامی ممالک کا ایک اچھا خاصہ طبقہ بھی انہی خطوط پر سوچ رہا ہے[13]

5۔ تاریخ اسلام کی مخالفت

تاریخ اسلام بھی مستشرقین کا خصوصی موضوع ہے۔ انہوں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے اور اسے اپنے مزعومات کے مطابق ڈھالنے کے لئے کئی نظریات وضع کئے ہیں۔ انہوں نے ایک عالمی مذہب کا مطالعہ کرنے کے لئے روحانیت کی دخل اندازی کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے ہر بات کو مادی اور عقلی پیمانوں پر ناپا اور اسلام کی جو بات ان محدود پیمانوں پر پوری نہ اُتری اس سے انکار کر دیا۔ مستشرقین کے فنِ تحقیق نے ایک نئی حقیقت یہ بھی دریافت کی کہ حضور ﷺ نے کفارِ مکہ کے خلاف اہل حبشہ سے فوجی مدد کی درخواست کرنے کے لئے اپنے نمائندے اس ملک میں بھیجے تھے۔ مستشرقین مؤرخ کہتے ہیں کہ انہیں مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ کی طرف جانے والے مسلمانوں کی ہجرت کا سبب یہ نظر آیا کہ مسلمانوں کی مختصر سی کمیونٹی دو طبقوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ایک طبقے کے سربراہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جبکہ دوسرے طبقے کے سربراہ حضرت

عثمانؓ تھے۔ مستشرقین کے خیال میں اس انتشار کے منفی اثرات سے اپنی مختصر سی جماعت کو محفوظ رکھنے کے لئے حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ اور ان کے چند ساتھیوں کو حبشہ بھیج دیا وگرنہ مکہ والوں نے ان مسلمانوں پر تو اتنے زیادہ مظالم نہیں ڈھائے تھے جن کی وجہ سے انہیں اپنے ملک کو الوداع کہنے کی ضرورت پیش آتی۔ مستشرقین ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ ہجرت کے بعد قریش مکہ نے تو مسلمانوں سے تعرض نہ کیا البتہ محمد ﷺ نے قریش کو اشتعال دلانے کے لئے ان کے تجارتی قافلوں پر حملے کئے جس کی وجہ سے کفارِ مکہ کو مجبوراً مسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھانا پڑی۔ وہ ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ مسلمانوں نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ انتہائی بُرا سلوک کیا تھا۔ مستشرقین کو مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کی عہد شکنی، ان کی سازشیں اور شمع اسلام کو گل کرنے کے لئے ان کے متعدد منصوبے صفحاتِ تاریخ پر کہیں نظر نہیں آتے۔ انہیں صرف یہودیوں کے خلاف حضور ﷺ کی کاروائی نظر آتی ہے۔ اسے خوب مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے مختلف ممالک کے حکمرانوں کو جو خطوط لکھے تھے وہ انہیں تو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس بات کو ان کی عقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ حضور ﷺ نے ان خطوں کے ذریعے ان حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ مستشرقین کے اصول تحقیق کی رو سے یہ بات قطعاً ناممکن اور ناقابلِ تسلیم ہے کہ مدینہ کا ایک امیؔ رسول جس کے پیروکاروں کی تعداد چند ہزار تک محدود تھی، وہ قیصر و کسریٰ جیسے جابر حکمرانوں کو اپنا آبائی دین چھوڑ کر ایک نئے دین کو اپنانے کی دعوت دے سکتا تھا۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ مستشرقین کے کمزور سے کمزور اعتراضات بھی انہیں پہاڑ نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی اصلیت کو فراموش کر دیا ہے۔ انہوں نے علم کی دنیا سے اپنا رابطہ منقطع کر لیا ہے۔ مسلمانوں کے علمی سرمائے سے آگاہی حاصل کرنے کی جتنی کوششیں مستشرقین کرتے ہیں ہماری علمی کوششیں ان کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔[14] مستشرقین کی انتھک کوششوں کے اثرات کو زائل کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ مسلمان بھی ان کتابوں کے مقابلے میں اپنی تصنیفات کے ڈھیر لگائیں۔ ایسی کتابیں جن کا انداز علمی اور تحقیقی ہو اور جو جدید ذہن کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ اس سے اسلام کے مؤقف کی خوب تشہیر ہو گی۔ ہمیں یقین ہے کہ جب حق آئے گا تو باطل مٹ جائے گا کیونکہ مٹ جانا ہی باطل کا مقدر ہے[15]

خلاصۂ بحث

سورۃ الفجر میں ارشاد ربانی ہے: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٥فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ٥ وَادْخُلِي جَنَّتِي٥[16] "اے نفس مطمئن! واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ "تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس شامل ہو جا میرے (خاص) بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں"۔ حمایت حق کا انعام یہ ہے کہ جو قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے۔ جبکہ حق کی مخالفت اپنے دامن میں دنیا اور آخرت کی ذلتیں لئے ہوتی ہے۔ حق کی مخالفت کرنے والے کو قدم قدم پر اپنی فطرت سے جنگ کرنی پڑتی ہے۔ ضمیر میں اگر زندگی کی کوئی رمق باقی ہو تو وہ قدم قدم پر اسے کچوکے لگاتا ہے۔ اگر ضمیر مر گیا ہو تو حق کی مخالفت کرنے والا شخص دنیا میں حیوانوں کی سی زندگی گزار کر آخرت میں دوزخ کی آگ کا ایندھن بنتا ہے۔[17] قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: فَأَمَّا مَن أَعْطَى وَاتَّقَى ٥وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ٥فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى ٥وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ٥وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ٥فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى٥ [18]"پھر جس نے راہِ خدا میں اپنا مال دیا اور اسے سے ڈرتا رہا اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم آسان کر دیں گے اس کے لئے آسان راہ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم آسان کر دیں گے اس کے مشکل راہ"۔ جن مستشرقین نے اسلام دوستی اور انصاف پسندی کا لبادہ اوڑھنے کی کوشش کی ہے انہوں نے بھی قرآن حکیم کے کلام خداوندی ہونے کا انکار کر کے اور حضور ﷺ پر خود قران گھڑ کے اسے خدا کی طرف منسوب کرنے کا الزام لگا کر اپنے سینوں میں چھپے ہوئے عداوت اسلام کے جذبے کا اظہار کر دیا ہے۔ ان دو باتوں کے علاوہ اسلام کے بارے میں مستشرقین کے خیالات باہم متضاد اور ایک دوسرے سے

قطعاً مختلف ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے بحیریٰ راہب اور کچھ دوسرے عیسائی علماء سے اہل کتاب کا علم سیکھا اور اسے قرآن کی شکل میں پیش کر دیا۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے اپنے دور کے مسائل کا تجزیہ کیا اور اپنے تخلیقی تخیل یعنی (Creative Imagination) سے کام لے کر قرآن وضع کیا اور آپؐ نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کر کے جزیرۂ عرب کے مکینوں کو قرآن کے راستے پر گامزن کر دیا۔ کوئی حضور ﷺ کی طرف کذب و افتراء، فریب اور دوسری گھٹیا سے گھٹیا اخلاقی برائیوں کو منسوب کرتا ہے اور کوئی اس مقدس ہستی کو ان عیوب سے مبرا ثابت کرتا ہے۔ کوئی حضور ﷺ کو مرگی کا مریض قرار دیتا ہے اور کوئی مستشرق اپنے ساتھی مستشرقیت کی اس علمی حماقت کا مذاق اُڑاتا ہے۔ کوئی اسلام کو ایک دہشت پسند تحریک قرار دیتا ہے اور کوئی دوسرا اس کا انکار کرتا ہے۔[19] استشراق کی تحریک جو اپنی غیر جانبداری، بے لاگ تحقیق اور انصاف پسندی کے لئے مشہور ہے، اسلام پر اس کی طرف سے اس قسم کے بے بنیاد الزامات سے اس کا اپنا پردہ چاک ہونے کا اندیشہ ہے۔ دور اندیش مستشرقین نے اندازہ لگا لیا ہے کہ اگر تحریک استشراق کا جبہ پارسائی چاک ہو گیا تو اس کے چہرے پر تعصب، عناد، انصاف دشمنی اور غلو کی سیاہی دیکھ کر دنیا کو گھن آنے لگے گی اور مستشرقین کی جھوٹی عظمت کا محل زمین بوس ہو جائے گا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ مستشرقین نے اسلام کے پاکیزہ دامن پر جو خیالی دھبے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے ہم ان دھبوں کی قلعی کھول کر اسلام کو اس کی اصل اور پاکیزہ شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کریں تاکہ حق کی جستجو کرنے والے جادۂ حق پر گامزن ہو کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکیں۔[20]

References

[1] Muhammad Ibrāhīm, *Al-Istashraq: Risāla-tul-Istamār* (Qāhira: 1993), 143.
[2] Azwa *Al-Ishashraq wa al-Mustashriqeen*, 15.
[3] Al-Mā'ida 5:3.
[4] Al-Duḥā 93:4.
[5] Muhammad Karam Shāh, *Ziā al-Nabī* (Lahore: Ziā al-Qurān Publications, 1918), 6:565.
[6] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:336.
[7] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:337.
[8] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:339.
[9] Mowlān Shiblī No'mānī, *Seerat-un-Nabī (SAW)*, 1:117.
[10] Shiblī No'mānī, *Seerat-un-Nabī (SAW)*, 1:140-141.
[11] Imām Ahmad Ibn Ḥanbal, *Masnad-e-Ahmad*, 4:222.
[12] Bryan S. Turner, *Webber and Islam*, 23.
[13] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:341.
[14] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:345.
[15] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:350.
[16] Al-Fajr 89:27-30.
[17] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:332.
[18] Al-Laīl 92:5-10.
[19] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:327.
[20] Karam Shāh, *Ziā al-Nabī*, 6:330.